استحکام مملکت کے لیے حکومتی ذمہ داریاں

ڈاکٹر حافظ محمود اختر

ملک میں بدامنی اور بے چینی کے اسباب میں ایک سبب یہ ہوتا ہے کہ حکمران عوام کے حقوق کی ادائیگی سے بے اعتنائی سے کام لینے لگتے ہیں۔ایسی صورت میں عوام حکمرانوں سے مایوس ہوجاتے ہیں۔عوام اور حکمرانوں کے درمیان فاصلے پیدا ہونے لگتے ہیں۔اگر یہ فاصلے زیادہ دیر تک موجود رہیں تو نفرت کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔یہ نفرت بڑھ کر مظاہروں اور حکومت کے خلاف احتجاج کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔عوام، حکمرانوں کو اپنے سے الگ تصور کرنے لگتے ہیں اور وہ اس بات کے منتظر رہنے لگتے ہیں کہ کب ان حکمرانوں کے اقتدار کا خاتمہ ہوتا ہے۔اس صورت حال میں عوام بددل بھی ہوجاتے ہیں اور ریاستی معاملات سے وہ بالکل لاتعلق ہوجاتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے اس تمام صورت حال سے بچنے کے لیے ایک قابل عمل لائحہ عمل دیا ہے۔آپ ﷺ کے سیاسی فلسفہ میں عوام کی خدمت وہ بنیادی اصول ہے جو عوام اور حکمرانوں کے درمیان محبت اور خیر خواہی کے جذبات پیدا کرتا ہے۔یہاں حکمران عوام کا آقا نہیں بلکہ خادم ہوتا ہے۔آپ ﷺ نے حکمران کو عوام کی طرف سے تفویض شدہ امانت کا امین قرار دیا ہے۔گویا وہ مختار کل نہیں بلکہ امانت کا امین ہے۔اس امانت کی ادائیگی کے بارے میں اس سے عوام بھی استفسار کریں گے اور اللہ تعالیٰ بھی مواخذہ فرمائیں گے کہ اس نے امانت کا حق ادا کیا یا نہیں؟ عوام کی خدمت نہ کرنے والا حکمران اللہ کا بھی مجرم ہوتا ہے اور عوام کا بھی۔حضرت معقل بن یسارؓ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مامن امیر یلی امر المسلمین ثم لایجهدلهم وینصح الالم یدخل معهم الجنة (۱)

کوئی ایسا شخص جسے مسلمانوں کے امور کا امیر بنایا گیا پھر اس نے ان امور کو صحیح طور پر چلانے کے لئے

☆حقیقت کی تین قسمیں ہیں نمبر۱: حقیقت مقدرہ نمبر۲: مجورہ، نمبر۳: مستعملہ ☆

پوری جدوجہد نہیں کی تو ایسا امیر بھی ان کے ساتھ جنت میں داخل نہیں ہو سکے گا۔

مامن عبد یسترعیہ اللہ رعیۃ فلم یحطہا بنصیحتہ الا لم یجد رائحۃ الجنۃ (۲)

کوئی بندہ ایسا نہیں [illegible] جنت کی خوشبو [illegible] سکے گا۔

مامن والی یلی رعیۃ من المسلمین فیموت وھو غاش لہم الا حرم اللہ علیہ الجنۃ (۳) کم مسلمانوں کا کوئی والی ایسا نہیں کہ اللہ نے اسے مسلمان رعیت دی ہو اور وہ مرے اس حال میں کہ وہ لوگوں کے ساتھ دھوکہ کرتا ہو تو اللہ نے اس پر جنت حرام کر دی ہے۔

مامن عبد یسترعیہ رعیۃ یموت یوم یموت وھو غاش لرعیتہ الا حرم اللہ علیہ الجنۃ (۴) کوئی بندہ ایسا نہیں جسے اللہ تعالیٰ ایک رعایا دے گا، جس دن مرے تو رعیت کے حقوق میں خیانت کا مرتکب ہونے والا ہو تو اللہ اس پر جنت کو حرام کر دے گا۔

امن وامان قائم رکھنے کے لیے اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ عوام کی بنیادی ضروریات کی بہم رسانی کی ذمہ داری پورے کرے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

انا ولی من لا ولی لہ (۳) (میں اس کا سرپرست ہوں جس کا کوئی سرپرست نہ ہو) ایک اور موقع پر فرمایا السلطان ولی من لا ولی لہ (۴) حکمران اس شخص کا سرپرست ہے جس کا کوئی سرپرست نہ ہو)

ان احادیث کی روشنی میں علماء نے وضاحت کی ہے اگر ملک سے حاصل ہونے والے محاصل ملک کے غرباء اور محتاجوں کے لیے کافی نہ ہوں، تو سلطان ملک کے امراء کو مجبور کرے گا کہ وہ ان محتاجوں کی ضروریات کی تکمیل کا بندوبست کریں۔ حاجت مندوں کے لیے اس قدر مال کا بندوبست کیا جائے گا جس وہ بقدر ضرورت غذا حاصل کر سکیں۔ اسی طرح ہر موسم کے مطابق لباس اور محفوظ مکان بھی مہیا کرنا لازم ہوگا۔ اس سلسلے میں امام غزالی لکھتے ہیں "سلطان پر لازم ہے کہ جب اس کی رعایا تنگی میں مبتلا ہو اور فاقہ اور مصیبت میں مبتلا ہو تو ان کی مدد کرے۔ اس مقصد کے لئے ایک مؤثر ٹیکس نافذ کرنا اس کے فرائض میں داخل ہے اور اگر صرف زکوۃ سے یہ مقصد پورا نہ ہو رہا ہو تو وہ مزید ٹیکس عائد کر سکتا ہے۔ خصوصاً قحط اور گرانی کے موقع پر ....سلطان کا فرض ہے کہ عوام کا کھانا فراہم

☆ استعارہ کیا ہے؟ استعارہ کا لغوی معنی کوئی چیز بطور ادھار لینا ہے ☆

کرے۔انہیں خزانے سے مال دے اوران کی حالت کو بہتر بنائے۔(۵)ابوبکر جصاص لکھتے ہیں کہ ہرزمانے کے حکمرانوں کا فریضہ ہے کہ جب انہیں اندیشہ ہو کہ قحط کے سبب عوام ہلاک ہوجائیں گے تووہ اس موقع پر غذائی اشیاء کو محفوظ کرکے انسانوں میں بقدر ضرورت تقسیم کریں(۶)

حدیث مبارکہ الخلق عیال اللہ کی تشریح کرتے ہوئے۔سید علی زادہ نے امیر حکومت کے فرائض بتاتے ہوئے لکھا ہے کہ امیر حکومت اپنی مملکت کے اندر کوئی ایسا فقیر نہ چھوڑے جسے عطانہ کرے۔کوئی ایسا مقروض نہ چھوڑے جس کی طرف سے قرض کوادا نہ کرے۔اور کسی کمزور کواس کی امداد کے بغیر نہ چھوڑے۔کسی مظلوم کواس کی مدد کے بغیر نہ چھوڑے۔نہ کسی ظالم کوظلم کرنے دے۔نہ کسی کوبغیر لباس مہیا کیے چھوڑے۔(۷)

مسلمان ماہرین سیاسیات لکھتے ہیں کہ خلیفہ وقت اگرگوشہ نشین ہوکراپنا زیادہ وقت عبادات میں گزارنے لگ جائے تو یہ بات شریعت کی روح کے منافی ہے۔اب اس کے ذمہ یہ بات ہے کہ وہ عبادات میں فرائض کی بجاآوری کے بعد سب سے زیادہ وقت عوام کے مسائل کے حل اوران کی بہتری کے لیے سوچنے میں صرف کرے۔سورۃ ص کی آیات نمبر۲۰ تا ۲۴ میں چند دادخواہوں کا دیوار پھلانگ کرحضرت داؤدعلیہ السلام کے عبادات خانہ میں داخل ہوجانااورایک مقدمہ حضرت داؤد کے سامنے پیش کرنے میں خلیفہ وقت کے لیے یہ تنبیہ پائی جاتی ہے کہ خلیفہ صرف عبادات میں مشغول ہوکرمکمل وقت صرف نہ کردے بلکہ اس وقت اس کے اوقات عوام کی امانت بن جاتے ہیں۔(۸)اس کاعملی نمونہ رسول اللہ ﷺ اورخلفائے راشدین کی زندگیاں ہیں کہ انہوں نے اپنے اوررعایاکے درمیان کوئی پردہ حائل نہیں ہونے دیا۔ابوداؤدشریف میں نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان موجود ہے۔

جسے اللہ تعالی نے مسلمانوں کے بعض امور کانگران بنایااوروہ ان کی ضروریات اوران کے فقر سے بے نیاز ہوکر بیٹھ رہاتو اللہ تعالی بھی اس کی ضروریات اوراس کے فقر سے بے نیاز ہوجائیگا)فقر محض بھوک کے اعتبارہی سے نہیں بلکہ اس سے مراد کسی فرد کی تمام وہ ضروریات ہیں جواس کی زندگی کے لیے بنیادی اہمیت رکھتی ہیں۔روٹی کپڑا،مکان،علاج اوردیگر بنیادی ضروریات اس میں شامل ہیں۔مذکورہ بالاحدیث مبارکہ جب حضرت امیر معاویہ کوسنائی گئی توانہوں نے عوام کی ضروریات کی تکمیل کے لیے مستقل طورپرایک بندے کومقررکردیا۔(۹)

☆مجاز،حقیقت نہیں، حقیقت کا نائب ہے ☆

آپ ﷺ نے لوگوں کے ساتھ انصاف کرنے والے حکمرانوں کے بارے میں فرمایا:

ان المقسطين عندالله على منابر من نور عن يمين الرحمن و كلما بر به يمين الذى يعدلون فى حكمهم واهليهم وما ولوا.(۱۰)

بے شک انصاف کرنے والے اللہ کے پاس نور کے منبروں پر اس کے دائیں ہاتھ پر ہوں گے اور اللہ کے دونوں ہاتھ داہنے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے فیصلہ میں اپنے لوگوں میں اور اپنے زیر حکومت امور میں عادل ہوں۔

حضرت عمرؓ نے اپنے عمال کو یہ ہدایات دے رکھی تھی کہ وہ لوگوں کے کاموں میں تاخیر سے کام نہ لیں ورنہ عوام حکومت سے مایوس ہو جائیں گے۔ ایسا کرنے سے لوگوں کے دلوں میں نفرت پیدا ہونے لگتی ہے۔ تاخیری حربوں سے عوام کے مسائل حل نہیں ہوتے اور عوام کے ذہنوں میں پیدا ہونے والی مایوسی اور بددلی سیاسی انارکی اور بے چینی پیدا کرنے کا سبب بن جاتی ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا:

دیکھو! جب حکمران عوام کے کاموں میں توجہ نہیں دیں گے تو لوگوں کے دلوں میں حکمرانوں کے خلاف ایک نفرت پیدا ہوتی ہے (۱۱)

اس سلسلے میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا ایک واقعہ سیاست کا ایک سنہرا اصول ہے کہ ایک رات آپ بہت روئے۔ اس کی وجہ پوچھی گئی تو آپؒ نے فرمایا کہ مجھے زمین میں پھیلے ہوئے غریب الوطن" خستہ حال بھکاری محتاج، غرباء، مجبور و مظلوم قیدی اور دوسرے لوگ یاد آئے۔ مجھے خیال ہوا کہ مجھ سے ان سب کے بارے میں سوال کیا جاتا ہے اور رسول اللہ ﷺ ان کے بارے میں میرے خلاف مقدمہ لڑیں گے۔ میں ڈرا کہ اللہ کے سامنے میرا کوئی عذر چل نہیں سکے گا۔ میں حضور اکرم ﷺ کو کس دلیل سے کس طرح قائل کرسکوں گا؟ اس پر میری جان لرز اٹھی۔ (۱۲)

حضرت عمرؓ نے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو لکھا ہے۔

اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ سعادت مند نگران وہ ہے جس کے ذریعے عوام کو سعادت نصیب ہو۔ اور سب سے بدبخت نگران وہ ہے جس کے ہاتھوں اس کی رعایا تباہ ہو جائے۔ (۱۳)

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا" اللہ تعالیٰ جب کسی قوم کی بھلائی چاہتے ہیں۔ تو ان کا حکمران دانش مند لوگوں کو بنادیتا ہے۔ اور ان کا مال سخی لوگوں کے ہاتھوں میں دے دیتا ہے۔ اور جب کسی قوم کی

آزمائش میں مبتلا کرنا چاہتا ہے تو ان پر نادانوں کو حکمران بنا دیتا ہے اور ان کے مال بخیل لوگوں کے ہاتھوں میں دے دیتا ہے۔ جو شخص کسی بھی درجہ میں میری امت کے معاملات کا نگران بنا اور اس نے ان کی ضروریات کو پورا کرنے میں نرم خوئی کا مظاہرہ کیا تو اس کی ضرورت کی گھڑی آنے پر اللہ بھی اس کے ساتھ لطف وکرم سے پیش آئے گا۔ اور اگر وہ ان کی ضروریات سے لاتعلق رہا تو اللہ بھی اسی کی ضرورت ومحتاجی کی طرف مطلق توجہ نہ دے گا۔ (۱۴)

اسلامی مملکت میں عوام کو کھلی اجازت ہوتی ہے کہ وہ اپنے مسائل وضروریات براہ راست حکومت تک پہنچائیں۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو لوگ اپنی حاجات مجھ تک پہنچانے کی طاقت نہیں رکھتے ان کی ضروریات ومسائل میرے سامنے پیش کیا کرو۔ ایسا کرنے والا پل صراط پر سے استقامت سے گزر جائے گا۔ (۱۵) اس حکمت عملی کے عملی مظاہر عہد نبوی میں بھی دکھائی دیتے ہیں اور آپ کے بعد خلفائے راشدین کے عہد میں جب اسلامی مملکت میں بے پناہ وسعت پیدا ہوگئی اور متعدد قومیتوں اور ذہنی ومذہبی پس منظر کے دور دراز علاقے اسلامی مملکت میں شامل ہوگئے ان سب کی ایوان حکومت تک رسائی اتنی آسان ہوگئی کہ دنیا اس پر آج بھی رشک کرتی ہے۔ حضرت عمرؓ راتوں کو بھیس بدل کر عوام کے مسائل جاننے کے لئے گلیوں میں گشت کیا کرتے تھے۔ راہ گیروں کے مسائل سنتے۔

حضرت عمرؓ کے عہد میں کسی سرکاری افسر کی تعیناتی کے وقت اسے ایک ہدایت نامہ دیا جاتا تھا جس میں اس کے حقوق وفرائض کا ذکر کیا جاتا۔ وہ جس جگہ تعینات کیا جاتا وہاں کے لوگوں کو جمع کرکے انہیں یہ خط پڑھ کر سنایا جاتا تاکہ لوگوں کو اپنے حقوق کا پتہ چل سکے۔ لوگوں میں شعور بیدار کرنے، انہیں امور حکومت میں شریک کرنے، حکومت کو مطلق العنانی سے باز رکھنے میں یہ پالیسی بڑی مفید ثابت ہوئی۔ (۱۶)

اس طرح کے حکم ناموں میں ایک حکم نامہ وہ ہے جو حضرت عمرؓ نے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ صوبہ دار بصرہ کو دیا تھا۔ اس خط میں یہ ہدایات درج تھیں۔

(۱) عوام اپنے حکمران سے دور رہتے ہیں۔ اس روش سے اللہ کی پناہ مانگیں۔

(۲) روزانہ عدالت لگائیں۔

(۳) دنیوی فلاح پر اخروی فلاح کو ترجیح دیں۔

(۴) بدکردار لوگوں کی مکمل نگرانی کریں۔

☆ صاحبین کے نزدیک مجاز اسی وقت حقیقت کا نائب بنے گا جب حقیقت پر عمل کرنا ممکن ہو ☆

(۵) مسلمان مریضوں کی عیادت میں کوتاہی نہ کریں۔ان کے جنازوں میں شرکت کریں۔
(۶) عوام کے لیے اپنے دروازے کھلے رکھیں اور ان کے معاملات میں ذاتی دلچسپی لیں۔
(۷) آپ عوام میں سے ہی ہیں (مساوات کی طرف اشارہ ہے) البتہ آپ کی ذمہ داریاں ان کے مقابلے میں زیادہ ہیں۔
(۸) عوام کے مقابلے میں آپ اور آپ کے اہل خانہ کی خوش لباسی، پرتکلف کھانا کھانے اور اعلیٰ سواری استعمال کرنے سے اجتناب کریں۔
(۹) جانوروں کی مانند ہری ہری گھاس سے پیٹ بھرنا خود کو موٹا بنالینا ہے جس کا انجام اچھا نہیں ہوتا۔
(۱۰) حاکم کی کجروی سے عوام بھی اسی طرح کے ہوجاتے ہیں۔بدبخت ہے وہ حاکم جس کی وجہ سے عوام بھی بدبخت ہوجائیں۔(۱۷)

حضرت عمرؓ سرکاری عہدے داروں پر کڑی نگاہ رکھتے۔عوام کے حقوق کی ادائیگی کے سلسلے میں کوئی کوتاہی برداشت نہ کرتے۔خصوصاً سرکاری خزانے کے غلط استعمال کو گوارا نہ کرتے۔آپؓ کی ان پالیسیوں کا یہ مثبت اثر ہوا کہ عوام کو یہ یقین ہوگیا کہ حکمران ہر اعتبار سے ان کے خیر خواہ اور ان کے مفادات کے محافظ ہیں۔

اظہار رائے کی آزادی:

نبی کریم ﷺ کے دیئے ہوئے نظام سیاست میں لوگوں کو بلاتخصیص اپنی رائے کے اظہار کی اجازت تھی۔آزادی رائے بھی امن و امان قائم کرنے میں مددگار ہوتی ہے۔لوگ اپنے آپ کو سیاسی امور کی انجام دہی میں جب اپنی شمولیت کو محسوس کرتے ہیں تو انہیں طمانیت حاصل ہوتی ہے۔آپ کی اس حکمت عملی کی جھلک خلفائے راشدین کے ہاں دکھائی دیتی ہے۔

ایک شخص حضرت عمرؓ سے کہنے لگا اے عمر خدا سے ڈر اس نے یہ بات بار بار دہرائی۔اس کے بار بار کہنے پر کسی نے اسے ٹوکا۔لیکن حضرت عمرؓ فرمانے لگے۔اسے مت روکو۔یہ لوگ اگر ایسی باتیں ہمیں کہنا چھوڑ دیں تو پھر ان کا فائدہ ہی کیا؟ اگر ہم ان کی باتوں کو قبول نہ کریں تو ہمیں بھلائی سے عاری سمجھنا چاہئے۔(۱۸)

ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے مجلس میں لوگوں سے پوچھا کہ اگر میں بعض معاملات میں ڈھیل اختیار کرلوں تو تم کیا کروگے؟ حضرت بشر بن سعد نے کہا اگر آپ ایسا کریں گے تو ہم آپ کو تیر کی

طرح سیدھا کردیں گے۔حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ پھرتم تو بڑے کام کے آدمی ہو۔

خلافت راشدہ میں لوگوں کو جس طرح کی آزادی رائے حاصل تھی اس کی مثال آج کی دنیا میں پیش نہیں کی جاسکتی۔حضرت عمرؓ نے برسرمنبر فرمایا کہ لوگو اپنی بیویوں کے مہر کم مقرر کیا کرو،،آپؓ کی اس بات پر ایک بڑھیا نے مواخذہ کیا اور کہا کہ جب قرآن اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ عورت کا مہر ڈھیر بھر مال بھی ہوسکتا ہے تو آپ کون ہیں جو اس کی تحدید کرتے ہیں؟اس مواخذہ پر امیر المومنین کو اپنا مشورہ واپس لینا پڑا۔(۱۹)

حضرت عمرؓ سے بھری مجلس میں سوال کیا گیا کہ آپ کی قمیض اتنی لمبی کیسے بن گئی جبکہ دیگر لوگوں کو بیت المال سے ملنے والے کپڑے سے اتنی لمبی قمیض نہیں بن سکتی تھی۔خلیفہ کو اس کا جواب دینا پڑا۔(۲۰) خلفائے راشدین وقتاً فوقتاً عوام کے سامنے یہ اعلان کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔کہ تم میرے طرز عمل پر نگاہ رکھو۔حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا اگر میں کتاب وسنت کی اتباع کروں تو میری مدد کرو اگر میں اس راہ سے ہٹ جاؤں تو مجھے پکڑ کر سیدھا کردو،،(۲۱) حضرت عمرؓ اپنے عمال کو یہ حکم دیا کرتے تھے کہ۔

رسول اللہ ﷺ کے صحابہؓ کی بات سننا اور انہیں اپنے معاملات میں شریک رکھنا فیصلہ کرنے میں عجلت سے کام نہ لینا۔(۲۱a)

حضرت عمرؓ نے فرمایا:''لوگو میرے اوپر تمہارے جو حقوق ہیں وہ میں تمہیں بتائے دیتا ہوں ان کے بارے میں تم میرا مواخذہ کرسکتے ہو۔،،(۲۱b)

عمال حکومت کا مشفقانہ رویہ:

داخلی استحکام کی نبوی پالیسی کا ایک بنیادی پہلو یہ ہے کہ حکومتی اہل کار عوام کے ساتھ نرمی کا رویہ اختیار کریں۔کسی گورنر یا سرکاری اہل کار کی تعیناتی کے موقع پر اسے جو خصوصی ہدایات دی جاتی تھیں ان میں سب سے اہم ہدایت یہ ہوتی تھی کہ:

یسرا ولا تعسرا وبشرا ولا تنفرا وتطاوعا ولا تختلفا(۲۲)

لوگوں سے نرمی کا برتاؤ کرنا۔سختی نہ کرنا۔انہیں خوشخبری دینا لوگوں میں منافرت نہ پھیلانا،انہیں متحد و متفق رکھنا اور اختلافات نہ پھیلانا۔

ایک موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا: **انما بعثتم میسرین ولا تبعثوا معسرین(۲۳)**

☆امام صاحب کے نزدیک اگر حقیقت پر عمل ناممکن بھی ہو تب بھی مجاز اس کا نائب بنے گا ☆

تم لوگوں کے ساتھ نرمی کرنے کے لیے بھیجے گئے ہو۔ سخت گیری کے لیے تمہیں تعینات نہیں کیا گیا۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

حضرت عمرؓ کے بارے میں منقول ہے کہ

انہ کان لایرضی من عمالہ الشدۃ فی استیفاء الحقوق و التزید علی ماامر اللہ ان یؤخذ الناس بہ بل کان یوصیھم بالرفق و الاناۃ و العدل و عدم الایغال فی العقوبۃ (۲۴)

ان احادیث کی روشنی میں امورِ مملکت کے حوالے سے جو اصول اخذ کئے جاسکتے ہیں وہ یہ ہیں۔

(۱) حکمران اس بات کے پابند ہیں کہ وہ ہر اعتبار سے لوگوں کے لیے سہولیات مہیا کریں۔ عام زندگی کی سہولیات (مادی سہولیات) سے لے کر لوگوں کے باہمی معاملات اور عوام اور حکومت کے درمیان کے معاملات، دفتری طریق کار حصول انصاف، روزگار، ذرائع رسل ورسائل غرض ہر جگہ آسانیاں اور سہولتیں پیدا کریں۔ اگرچہ گوناں گوں مسائل اور مجبوریوں اور کسی حد تک اس پہلو میں خاطر خواہ توجہ نہ دینے کے نتیجے میں خصوصاً اسلامی دنیا میں لوگوں کو بہت سی مشکلات کا سامنا ہے۔

جن احادیث کا سطور مذکورہ میں حوالہ دیا گیا ہے ان میں اس بات کی طرف بھی اشارہ موجود ہے کہ لوگوں میں ایک دوسرے کے خلاف نفرت پیدا نہ کی جائے۔ ان احادیث میں چونکہ نبی کریم ﷺ سرکاری افسران سے مخاطب دکھائی دیتے ہیں، اس لیے حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ کوئی ایسا قانون نافذ نہ کریں یا کوئی ایسا اقدام نہ کریں جس کے نتیجے میں لوگ انتشار وافتراق کا شکار ہوں۔ لوگ مختلف الخیال طبقات میں بٹ جائیں۔ ایک گروہ کی پشت پناہی کر کے دوسرے کو اشتعال نہ دلائیں۔ حکومتی پارٹی کا فرض ہے کہ وہ اپوزیشن کے ساتھ مستقل محاذ آرائی کی بجائے اس کے ساتھ بڑے بھائی کا رویہ اپنائے۔ احادیث زیرِ نظر میں حکمرانوں کے اس طرز حکومت کی بھی ممانعت دکھائی دے رہی ہے کہ ”عوام کو باہم تقسیم کرو اور ان پر حکومت کرو“، کیونکہ ان احادیث میں حکمران کی ذمہ داری قرار دی گئی ہے کہ وہ عوام کو متحد رکھیں۔ عوام کو متحد رکھنے کے لئے حکومت کی ذمہ داریوں کی فہرست بہت وسیع ہے اور شاید ان ذمہ داریوں کو شمار بھی نہ کیا جاسکتا ہو۔ اس لئے حکومت نیک نیتی کے ساتھ خود ہی لوگوں کے اتحاد و یک جہتی کی فضا قائم رکھنے کی کوشش کرے۔

رعایا کے ساتھ حکمرانوں کے نرم رویہ کے بارے میں امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

خلیفہ کو ایک طبیب کا انداز اپنانا چاہیے کہ اگر وہ مریض کو بھلائی کی خاطر کوئی کڑوی دوائی دے دے تو ساتھ ہی وہ کوئی خوش ذائقہ چیز بھی دیتا ہے کہ کڑوی دوائی حلق سے نیچے اتر جائے۔ (۲۵) حکمران

کو وقتاً فوقتاً گرم وزم پالیسی کی ضرورت ہوگی اگر وہ نرم اور مرغوب اپنائے گا تو لوگوں کے لیے حق بات قبول کرنا آسان ہو جائے گا۔ اس مقصد کے تحت کی گئی نرمی عبادت متصور ہوگی۔ امام ابن تیمیہ عوام کے ساتھ دل خوش کن انداز گفتگو اپنانے کو کامل درجے کی سیاست قرار دیتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ حکمران کو عوام کے ساتھ تحکمانہ لہجہ اختیار نہیں کرنا چاہیے۔(۲۶) اس سلسلے میں حضرت عمر بن عبدالعزیز کا ایک بیان منقول ہے آپ فرماتے ہیں۔ واللہ میں ارادہ کرتا ہوں کہ لوگوں کے سامنے حق کی تلخی پیش کروں لیکن ڈرتا ہوں کہ لوگ اس سے بھاگ جائیں گے پس میں صبر کرتا ہوں۔ یہاں تک کہ دنیا کی شیرینی حکومت کی طرف سے عوام کے لیے کوئی سہولت دانعام آ جائے تو میں اس شیرینی کے ساتھ حق کی تلخی کو پیش کر دوں۔(۲۷) کتاب الاموال میں حضرت سلمان کا ایک قول منقول ہے فرماتے ہیں "خلیفہ برحق وہ ہے جو کتاب اللہ کے مطابق فیصلے کرے۔ رعایا کے ساتھ شفقت سے پیش آئے جس طرح کہ وہ اپنے گھر والوں کے ساتھ شفقت سے پیش آتا ہے"۔(۲۸) امام ابن تیمیہ حکمران کے لیے خوش گفتاری اور نرم روی کو لازمی قرار دیتے ہیں اس سلسلے میں انہوں نے قرآن مجید کی ان آیات کا حوالہ دیا ہے۔

(۱) وسارعوا الی مغفرۃ من ربکم ...... واللہ یحب المحسنین (آل عمران: ۱۳۴،۱۳۳)

(۲) خذ العفو وامر بالعرف واعرض عن الجاهلین (الاعراف: ۱۹۹)

(۳) الا الذین صبروا وعملوا الصلحت ...... مغفرۃ واجر عظیم (۱۱:۱۱)

(۴) ولا تستوی الحسنۃ ولا السیئۃ ...... انہ ھو السمیع العلیم (۴۱: ۳۴، ۳۶)

اللھم من ولی من امر امتی شیئا فشق علیھم فاشفق علیہ ومن ولی من امر امتی شیئا فرفق بھم فارفق بہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"اے اللہ میری امت کے کسی معاملہ میں جسے ذمہ دار بنایا گیا اور اس نے لوگوں کے ساتھ سختی کا مظاہرہ کیا تو تو بھی اس کے ساتھ سختی ہی کر اور جسے کسی معاملہ میں امیر بنایا گیا اور اس نے ان کے ساتھ مہربانی کا برتاؤ کیا تو تو بھی اس کے ساتھ شفقت فرما"۔(۲۹)

حضرت عمرؓ نے فرمایا:

اے رعایا کی نگرانی کرنے والے لوگو! آگاہ رہو کہ امام کی بردباری اور نرم روی سے زیادہ نہ کوئی بردباری اللہ کو پسند ہے اور نہ کوئی نرم روی پسندیدہ ہے اور نہ کوئی چیز اس سے زیادہ ہمہ گیر ہے۔ امام کی

تندمزاجی اور بے تدبیری سے بڑھ کر زیادہ نہ کوئی تندمزاجی اور بے تدابیری اللہ کو ناپسند ہے اور نہ اس سے بڑھ کر کوئی چیز ہمہ گیر نقصان کی حامل ہے۔،،(۳۰)

حضرت عمرؓ کا یہ بیان سیاسی حکمت عملی کے آج کی جمہوریت کی حقیقی روح کا حامل ہے حکمران عوام کا سرپرست اور محافظ ہوتا ہے۔لوگ اس کی طرف اس امید سے دیکھتے ہیں کہ وہ ان پر اپنا دست شفقت رکھے۔لیکن اگر وہ عوام کی توقعات پورا کرنے کی بجائے ان سے سختی اور تندخوئی کا معاملہ کرے تو عوام بددل ہوجاتے ہیں اور عوام کی بددلی سیاسی نظام کی ناکامی کا باعث بن جاتی ہے۔(۳۱)

نبی کریم ﷺ نے مملکت کے داخلی استحکام کے لیے یہ اصول بھی دیا ہے کہ حکمران اور عوام میں خیرخواہی اور اطاعت کا رشتہ قائم رہے۔حکمران عوام کی خیرخواہی کریں اور عوام حکمرانوں کی اطاعت کریں۔نبی کریم ﷺ کی احادیث سے واضح ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے عوام کو یہی حکم دیا ہے کہ وہ نظم وضبط کے پابند رہیں۔اگر حکمران اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتے رہیں تو عوام بھی ان کی اطاعت کرتے رہیں۔کیونکہ اگر عوام اطاعت کی بجائے سرکشی اور عدم اطاعت کی راہ اختیار کرلیں تو ملک میں طوائف الملوکی پیدا ہوجاتی ہے۔اس سلسلے میں نبی کریم ﷺ کے کچھ احکام ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں۔

ولو استعمل علیکم عبد یقودکم بکتاب اللہ فاسمعوا لہ واطیعوا(۳۲)

اگر تمہارے اوپر غلام کو حاکم مقرر کردیا جائے تو تم تب بھی اس کی بات سنو اور اس کی اطاعت کرو۔

ان امر علیکم عبد مجدع حبشی اسود یقودکم بکتاب اللہ فاسمعوا لہ واطیعوا۔(۳۳)

”اگر تمہارے اوپر نک کٹا حبشی کالا غلام بھی حکمران بنادیا جائے اور وہ کتاب اللہ کے احکام جاری کرے تو اس کی بات سنو اور اس کی اطاعت کرو۔

من یطع الأمیر فقد اطاعنی ومن یعص الامیر فقد عصانی(۳۴)

جس نے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔

حضرت عبادہ بن صامت کہتے ہیں۔

بایعنا رسول اللہ علی السمع والطاعۃ فی العسر والیسر والمنشط والمکرہ وعلی اثرۃ

علینا وعلی ان لاننازع الامر اهله وعلی ان نقول بالحق اینما کنالانخاف فی الله لومة لائم

ہم نے رسول اللہ ﷺ کے دست اقدس پر بیعت کی اس پر کہ تنگی اور کشادگی سازگاری اور ناسازگاری میں سمع وطاعت کریں گے۔اور یہ کہ ہم اپنے امیر سے جھگڑا نہیں کریں گے اور جہاں کہیں بھی ہم ہوں گے حق بات کہیں گے اور ہم اللہ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔

یہ روایت مختلف سندوں سے بیان ہوتی ہے۔ایک حدیث میں اس کے ساتھ ان الفاظ کا اضافہ بھی ہے کہ ہم اس وقت تک حکمرانوں کی اطاعت کریں گے جب تک کہ ہم ان سے کھلا کفر نہ دیکھ لیں۔(۳۵)

اگر حکمران کے کسی عمل سے ہمیں ذاتی طور پر اذیت بھی ہوئی تو یا ہمیں اس کا حکم ناگوار بھی گزرتا ہو تب بھی معاشرے کو بدامنی سے بچانے کے لیے اس کا حکم ماننے کا حکم دیا گیا ہے۔(یہ بات طے شدہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ انما الطاعة فی المعروف یعنی یہ اطاعت صرف انہی کاموں میں ہوگی جو شریعت کے مطابق ہوں)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

المرء المسلم السمع الطاعة فیما احب او کره الاعلیان یومر بمعصیة فان امر بمعصیة فلاسمع و لاطاعة (۳۶)

مسلمان پر سمع طاعت لازم ہے چاہے اس سے وہ شخص خوش ہو یا ناخوش۔سوائے اس کے کہ اسے اللہ کی نافرمانی کا حکم دیا جائے۔ایسی صورت میں نہ اس حکم کا سننا لازم ہے نہ اس کی طاعت۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر لوگ ایک سربراہ کی قیادت پر متفق ہوں اور کوئی شخص ان کے اس اتفاق واجتماع میں خلل ڈالے تو ایسے شخص کو قتل کر دیا جائے۔(۳۷)(جاری ہے)

حواشی

۱۔مسلم، الامام الجامع الصحیح، کتاب الرقاق، باب فضیلۃ الامام العادل، حدیث نمبر ۴۷۳۱، صفحہ ۱۰۰۶۔

۲۔بخاری، الصحیح البخاری، کتاب الاحکام، باب من استرعی رعیۃ فلم ینصح، حدیث نمبر ۷۱۵۰، صفحہ ۵۹۵۔

۳۔ایضا، حدیث نمبر ۷۱۵۱، صفحہ ۵۹۶۔

کیا آپ کو معلوم ہے کہ ☆ قانون شریعت ہی کا دوسرا نام فقہ اسلامی ہے ☆

۲b۔ مسلم، کتاب الامارۃ باب فضیلۃ الامام العادل حدیث نمبر ۴۷۲۹، صفحہ ۱۰۰۶
۳۔ جامع ترمذی، ابواب الفرائض باب ماجاء فی میراث المال
۴۔ جامع ترمذی، ابواب النکاح باب ماجاء لانکاح الابولی ابوداؤد، کتاب النکاح باب الولی
۵۔ غزالی، امام، التبر ک المسبوک، صفحہ ۹۴
۶۔ ایضا
۷۔ بحوالہ حفظ الرحمن سیوھاروی، مولانا اسلام کا اقتصادی نظام، طبع ندوۃ المصنفین، دھلی ۱۹۵۹، صفحہ ۱۳۰،۱۲۹
۸۔ سعد اللہ، حافظ، بنیادی ضروریات زندگی اور اسلام، لاہور، ۱۹۹۹ صفحہ ۲۵۸
۹۔ علی المتقی، کنز العمال، جلد پنجم، حدیث نمبر ۲۵۱۲
۱۰۔ مسلم، کتاب الامارۃ، باب فضیلۃ الامام العادل وعقوبۃ الجائز، حدیث نمبر ۴۷۲۱، صفحہ ۱۰۰۵۔
۱۱۔ ابوعبید القاسم بن سلام، کتاب الاموال، دار الفکر للطباعۃ والنشر، قاھرہ، ۱۹۸۱، صفحہ ۱۲
۱۲۔ علی المتقی، کنز العمال، جلد پنجم، حدیث نمبر ۲۵۱۲
ابو یوسف، امام، کتاب الخراج، (اردو ترجمہ اسلام کا نظام محاصل) مترجم ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی، مکتبہ چراغ راہ کراچی، ۱۹۶۶، صفحہ ۱۳۹، ۱۴۰
۱۳۔ کتاب الخراج، صفحہ ۱۳۴۔
۱۴۔ کتاب الخراج، صفحہ ۱۲۰۔
۱۵۔ ابن تیمیہ، السیاسۃ الشرعیۃ، دار الکتب العربیہ، لبنان، صفحہ ۳۱
۱۶۔ بحوالہ، حامد الانصاری، اسلام کا نظام حکومت
۱۷۔ کتاب الخراج ابو یوسف، کتاب الخراج ۱۲۹۔
۱۸۔ حسین ھیکل، عمر فاروق اعظم، جلد دوم، صفحہ ۲۱۵۔
۱۹۔ کنز العمال جلد پنجم، حدیث نمبر ۲۳۱۴
۲۰۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، جلد اول، صفحہ ۴۶۷۔
۲۱۔ ایضا حسین ھیکل، عمر فاروق اعظم، جلد دوم صفحہ ۲۱۵۔

☆ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا سن ولادت ۸۰ ہجری اور سن وفات ۱۵۰ ہجری ہے ☆

۲۱a۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ مطبعہ مصطفیٰ البابی، مصر، جلد چہارم، صفحہ ۳۱۱،۱۹۳۶۔
کنز العمال، جلد پنجم، احادیث نمبر ۲۲۶۱، ۲۲۶۴، ۲۲۶۸، ۲۲۷۸، ۲۲۹۱، ۲۲۹۹۔
۲۲۔ کتاب الخراج، صفحہ ۱۱۷۔
۲۳۔ مسلم، جلد ششم، صفحہ ۷
۲۴۔ ایضاً صفحہ ۱۱۷
۲۵۔ النجار، عبدالوھاب، الخلفاء الراشدون، صفحہ ۲۳۷
۲۶۔ مسلم، جلد ششم، صفحہ ۱۱۷
۲۷۔ ابن تیمیہ، السیاسۃ الشرعیۃ، صفحہ ۱۱۷
۲۸۔ ایضاً
۲۹۔ کتاب الاموال، صفحہ ۱۲
۳۰۔ مسلم، جلد ششم، صفحہ ۷
۳۱۔ ابو یوسف، امام، کتاب الخراج، صفحہ ۱۲۹
۳۲۔ کتاب الاموال، صفحہ ۱۲
۳۳۔ مسلم، کتاب الامارۃ، باب وجوب طاعۃ الامراء، حدیث نمبر ۴۷۵۸، صفحہ ۱۰۰۸
۳۴۔ ایضاً مسلم، کتاب الامارۃ، باب وجوطاعۃ الامراء حدیث نمبر ۴۷۶۲، صفحہ ۱۰۰۸
۳۵۔ ایضاً، حدیث نمبر ۴۷۴۷، صفحہ ۱۰۰۷
۳۶۔ ایضاً، حدیث نمبر ۴۷۶۸، ۴۷۷۱، صفحہ ۱۰۰۹
۳۷۔ ایضاً، حدیث ۴۷۶۳، صفحہ نمبر ۱۰۰۸

رؤیت ہلال کے موضوع پر دو جلدوں میں ایک تحقیقی مقالہ

رؤیت ہلال

مصنف: الحاج محمد بن عبدالوھاب ابن عبدالرزاق اندلسی
اردو ترجمہ: محمد ظہیر الدین بھٹی
شائع کردہ: شیخ زاید اسلامک سینٹر جامعہ کراچی

☆ گستاخ رسول کسی رعایت کا مستحق نہیں ☆